ٹھوس منصوبہ بندی کے ذریعہ تربیتی خلا کو پُر کریں

جلسہ سالانہ کے میز بانوں اور مہمانوں کو نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ /اگست ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے غیر معمولی احسان اور رحم کے ساتھ ہمارا جلسہ سالانہ اختتام کو پہنچا اور اس کے بعد جلسہ سالانہ کے پیچھے رہنے والے اثرات اور ان برکات کو سمیٹنے کا وقت آ گیا ہے جو یہ جلسے لے کر آیا کرتے ہیں۔ یوں تو ہر جلسہ سالانہ اپنے فضل کے ساتھ بہت سی برکات لے کر آتا ہے مگر یہ جلسہ کیونکہ ایک خاص اہمیت رکھتا تھا اس لئے اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فضل نازل فرمائے جن کی لذّت دلوں میں موجود بھی ہے اور عرصہ تک موجود رہے گی اور یہاں سے واپس جانے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں خدا کے فضلوں کے منادی بن کر واپس جائیں گے۔ بہت سے جا چکے ہیں بہت سے جانے والے ہیں۔

اس ضمن میں چند نصائح آپ کو کرنا چاہتا ہوں۔ انگلستان والے میز بانوں کو بھی اور جانے والے مہمانوں کو بھی۔ جہاں تک انگلستان کے میز بانوں کا تعلق ہے آپ نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی ہمت اور بڑی جانکاہی سے، بڑی کوشش اور محنت سے اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاتے ہوئے انہوں نے دنیا بھر سے آنے والے مہمانوں کی خدمت کا حق ادا کیا اور بہت سے ایسے باہر سے آنے والے بھی تھے جو اپنے شوق کے جذبے سے خدمت میں شامل بھی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل

سے وہ مہمان بھی تھے اور میزبان بھی۔ ایسے مواقع پر بعض اوقات کچھ تلخیاں بھی پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے ایسے مواقع کم آئے اور شاذ کے طور پر آئے لیکن بعض دفعہ منتظمین ایک لمبے عرصے سے کام کے نتیجے میں اعصابی الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں اور تھک جاتے ہیں اور ایسے وقت میں کوئی مہمان کوئی ان سے مطالبہ کرے یا کوئی بات پیش کرے تو بعض دفعہ وہ اپنے تحمل کی حدیں پھلانگ کر ایسی بات کر جاتے ہیں جو مہمانوں کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر بعض دفعہ چھوٹی سی بات اتنی کڑوی ہو جاتی ہے کہ مہمان جن کے دل ہمیشہ نازک ہوتے ہیں وہ اس کڑواہٹ کو برداشت نہیں کر سکتے اور خاص طور پر اس جلسے میں چونکہ بہت دور دراز کے سفر کر کے غیر معمولی کلفت اٹھا کر بہت مشقت اور محنت کے ساتھ اپنی جمع شدہ پونجیاں خرچ کر کے دوست یہاں پہنچے اس لئے خاص طور پر یہ دلداری کے محتاج تھے اور محتاج ہیں۔

پس اگر جماعت احمدیہ انگلستان کے کسی کارکن کی طرف سے کوئی ایسی کڑوی بات ہوئی جس نے تلخی پیدا کی تو میں ان کی طرف سے آپ سے معافی چاہتا ہوں کیونکہ مہمانوں کے جذبات بہت ہی قابل قدر ہوا کرتے ہیں، ان کے دل بہت نازک ہوا کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں آنے والے مہمان تو واقعۃً سر آنکھوں پر بٹھانے کے لائق ہیں اس لئے ان کی طرف سے اگر کچھ کبھی زیادتی بھی ہو جائے یا ایسا بوجھ ڈالیں جو دستور کے مطابق نہیں ڈالا جاتا تب بھی حوصلہ اور صبر اور حلم کے ساتھ ایسی چیزوں کو برداشت کرنا چاہئے اور اُف نہیں کہنا چاہئے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے کہ بعض دفعہ بہت ہی نیک اور برگزیدہ لوگوں سے بھی جن کی نیکی اور برگزیدگی میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ جن کے اخلاص میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ جن کی للّٰہی خدمت میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ ایک ایسی بات نکل جاتی ہے جو اپنی تلخی اور کڑواہٹ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق سمندر میں بھی ڈالی جائے تو اس کو کڑوا کر دیتی ہے۔ ایسے موقعے جیسے کہ جلسہ سالانہ کے موقعے ہیں۔ ایسے موقع پر اس قسم کی بات بعض دفعہ غیر معمولی طور پر ساری مہمان نوازی میں کڑواہٹ پیدا کر دیتی ہے اس لئے کسی کو متّہم کرنے کی بجائے کس ایک کی بات کرنے کی بجائے میں نے مناسب سمجھا کہ آنے والے مہمانوں سے اس بات کی معافی چاہوں اور اگر کسی کارکن سے کوئی ایسی بات ہوئی ہے تو وہ مجھ سے معافی مانگنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی طرف

رجوع کرے اور استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہی اور غفلت کی معافی چاہے۔

کچھ مہمان تو ابھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جانے والے ہیں عنقریب اور غالباً اکثریت اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان رخصت ہو چکی ہو گی لیکن کچھ مہمان شاید ابھی یہاں ٹھہریں۔ کچھ ایسے مہمان ہیں جن کو حکومت نے لمبا عرصہ ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے عزیز اور اقرباء خود نہیں چاہتے کہ وہ جلدی رخصت ہوں۔ ایسے مہمانوں کا تعلق انفرادی طور پر بعض خاندانوں سے ہے اور اپنے وعدوں کی پابندی کی حدود میں رہتے ہوئے اگر قانون شکنی کے بغیر وہ ٹھہرنا چاہیں تو کسی کو ایسے ٹھہرنے والوں پر اعتراض کا حق نہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو بعض مجبوریوں کے پیش نظر قانون کی حدود میں رہتے ہوئے جماعت کی اجازت سے یہاں کچھ عرصے کے لئے ٹھہر رہے ہیں۔ ان کے بھی اگر اپنے کچھ ٹھکانے ہوں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں کی طرف وہ ٹھہر سکتے ہوں تو میں ان دوستوں اور عزیزوں سے خود درخواست کرتا ہوں کہ چونکہ یہ غیر معمولی حالات میں آئے ہوئے اللہ کے مہمان ہیں اس لئے ان کے ساتھ غیر معمولی مہمان نوازی کا سلوک کیا جائے اور جو بھی تکلیف اس راہ میں پہنچے اسے اللہ کی خاطر برداشت کرنے کی کوشش کریں اور وسیع حوصلہ دکھائیں۔ انصار نے تو اپنی آدھی آدھی جائدادیں مہاجرین کی خدمت میں پیش کر دی تھیں اور مستقلاً اپنے گھر پیش کر دئے تھے۔ ان آنے والوں کے مطالبے تو کوئی نہیں میری طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ جن کو بعض جماعتی ضرورتوں کے پیش نظر یا بعض ایسے حالات کی بناء پر کچھ عرصہ یہاں ٹھہرنا پڑے جو قانونی حدود کے اندر ہو اور جماعت کی اجازت سے ہو تو ان کے لئے جہاں تک مقامی انگلستان کے احمدیوں کا تعلق ہے وہ للّٰہی خدمت کے جذبے سے مہمان نوازی کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اور چند ماہ کی بات ہے اس کے بعد انشاء اللہ یہ لوگ بھی جیسا کہ باقی سب مہمان رخصت ہو گئے ہیں جہاں بھی خدا نے ان کے لئے مقدر بنایا وہاں رخصت ہوں گے۔

نظام جماعت کی طرف سے بھی اگر ان کا کچھ انتظام ہو سکتا ہے تو اس سلسلہ میں میں نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو حالات کا جائزہ لے کر مشورہ دے گی کہ جماعت کس حد تک مزید ان کی دیکھ بھال کر سکتی ہے۔ بہر حال جو مہمان تشریف لائے ہیں ان کو بھی اس صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی کوشش کرنی چاہئے کہ کم سے کم بوجھ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نہایت ہی عمدگی کے ساتھ بہت پاکیزہ محبت

کے ماحول میں ان معاملات کو طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسے کے تاثرات سے متعلق ایک اہم بات میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں اس میں جانے والے مہمان بھی خصوصیت سے پیش نظر ہیں مگر یہاں کے مقامی انگلستان کے احمدی بھی اس نصیحت کی ذیل میں آتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب ہوا اور اس میں بعض نئی خدا کی شان کے جلوے ہم نے دیکھے جن کی وجہ سے دل حمد سے بھرے ہوئے ہیں اور تمام جلسے پر بے اختیار لوگ خدا تعالیٰ کی حمد سے مغلوب ہو کر جب ان کے دل چھلکتے تھے تو نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے تھے اور مختلف قسم کے نعرہ تکبیر زندہ باد اور کئی قسم کے ایسے نعرے آپ نے سنے جو عام جلسوں میں بھی سنے جاتے ہیں مگر اس جوش اور اس کثرت کے ساتھ اور اس شدت کے ساتھ پہلے نہیں سنے گئے۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی جو مجھے مستورات نے بتایا ہے ہماری خاندان کی بعض بچیوں نے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بے اختیار کھڑے ہو کر ہاتھ اپنا بلند کر کے نعرے لگاتے تھے اور جو باہر سے آنے والے مہمان تھے وہ حیرت کے ساتھ دیکھتے تھے کہ کس قسم کے لوگ ہیں کیسا جذبہ ہے۔ اس دوران مجھے کچھ فکر بھی پیدا ہوئی اور اسی فکر کا میں اب ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

آپ کو یاد ہوگا میں نے جلسے میں بتایا تھا کہ جب مجھے اندازہ ہوا کہ کس قسم کے مہمان آرہے ہیں اور کس قسم کا ایک نیا ماحول پیدا ہوگا تو مجھے سخت فکر پیدا ہوئی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی صحابی یہاں نہیں ہے۔ چنانچہ فوری طور پر پیغام پہنچایا گیا کہ اگرچہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب علالت کے باعث انکار کر چکے تھے لیکن ایک دفعہ میری طرف سے ان کو پیغام دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ وہ ضرور پہنچیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے ان کی مشکلات بھی ساری آسان ہوگئیں۔ سفر خدا نے اپنے فضل سے اچھا گزار دیا اور وہ ہم میں موجود تھے۔ میری پریشانی اس بات کی تھی کہ اگرچہ یہ جو دنیا کی چمک ہمیں یہاں دکھائی دی ہے یہ ذاتی طور پر ہماری مقصود نہیں تھی اور دنیا کی چمک کی وجہ سے ہم مرعوب نہیں ہورہے تھے بلکہ اس وجہ سے اللہ کی حمد کے ترانے گا رہے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دئے گئے وعدے پورے ہورہے تھے اور بڑی بڑی حکومتیں بھی اور بڑے بڑے صاحب ثروت لوگ جماعت کی طرف مائل ہوتے نظر آرہے تھے اور اس وجہ سے جو حمد کے جوش میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے وہ درحقیقت دنیا کی چمک سے مرعوب ہو کر نہیں

بلکہ اس لئے ہوئے کہ دنیا کی چمک صداقت سے مرعوب ہو چکی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت نے یہ جلوے دکھائے ہیں کہ دور دور سے دنیا کے اکابرین کھچے ہوئے چلے آئے اور کس محبت اور جوش کے ساتھ انہوں نے جماعت احمدیہ کی تائید میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

یہ جو فرق ہے یہ ہمیشہ میرے سامنے رہا اور مجھے یقین ہے کہ آپ سب کے سامنے بھی رہا ہو گا لیکن یہ خدشہ ضرور ہے کہ بعض لوگ اس چمک سے مرعوب ہو کر اس چمک کی طرف ہی مائل نہ ہو جائیں اور ان کی نگاہیں اس شیشے پر نہ ٹھہر جائیں جس میں خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کا انعکاس ہوا تھا۔ شیشہ تو ایک ایسی چیز ہے جو اپنی ذات میں نہ کوئی رنگ رکھتی ہے نہ کوئی نقش رکھتی ہے بلکہ اگر کسی بدصورت آدمی کو اس میں دکھایا جائے تو وہ بدصورتی پیش کرے گا، اگر کوئی حسن دکھایا جائے تو وہ حسن پیش کرے گا۔ جو لوگ جو یہاں آئے ان کو شیششوں کے طور پر دیکھنا چاہئے۔ اپنی ذات میں ان شیششوں سے محبت نہیں ہونی چاہئے اگر چہ شیشے کی احسان مندی ایک الگ مسئلہ ہے جس نے بڑی خوبصورتی سے ایک جلوے کو آپ کے سامنے پیش کیا لیکن نظر جلوے پر جا کر ٹھہرنی چاہئے۔ یہ شیشے دنیا کی چمک کو بھی دکھانے والے ہیں۔ یہی شیشے مختلف ماحول میں مختلف قومی یا بین الاقوامی مواقع پر کچھ اور مناظر بھی پیش کرتے ہیں جو ایک مومن کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہو سکتے۔

اس لئے محبت شیششوں سے نہ کریں بلکہ محبت اس جلوے سے کریں جو ان شیششوں نے آپ کو دکھایا اور وہ اللہ کے نور کا جلوہ تھا خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کا جلوہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کے دنیا میں پھیلنے کا جلوہ تھا اور اس کے بعد چونکہ ایک حد تک کچھ نہ کچھ ملونی، دنیا کی چمک بھی ہم نے دیکھ لی اس لئے استغفار کی طرف مائل ہونا بہت ضروری ہے اور یہی ہے جو میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور بڑی فکر سے اس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

یہاں سے جب آپ لوٹیں گے اور خدا کے فضلوں کے منادی بنیں گے تو جماعتوں کو بھی بتائیں کہ حکومتوں کے تعلق سے ہمارے دل مرعوب نہیں ہیں۔ حکومتوں کے تعلق سے ہمارے رستے نہیں بدل سکتے۔ ہمارے رخ خدا کی طرف ہیں اور خدا ہی کی طرف رہنے چاہئیں اور کوئی اس سفر کے دوران ایسی منزل جہاں غیر آ کر آپ کے مقام پر کچھ دیر ستائیں آپ کو اپنی طرف مائل کرنے والے نہ بنیں اور اپنے رستوں سے ہٹانے والے نہ بنیں۔

یہ مضمون ہے جس کو آپ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور کثرت سے استغفار کرنی چاہئے اور اگر اس موقع پر آپ کے نعروں اور آپ کے جوش میں کوئی دنیا کی ملونی شامل ہوگئی تھی تو خصوصیت کے ساتھ استغفار کی ضرورت ہے۔ تبھی میں نے حضرت مولوی محمد حسین صاحب کو وہاں پیش کر کے بتایا کہ کچھ وہ لوگ ہیں جو دنیا کی حکومتوں اور دنیا کی عظیم قوموں کے نمائندے کے طور پر آئے ہیں وہ ہمارے لئے بحیثیت مہمان بہت معزز ہیں لیکن ہماری اصل عزت اس بزرگ کی ذات میں ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پائی تھی اور جن کی برکتیں آپ حاصل کریں تا کہ آئندہ صدی میں ان برکتوں کو پھیلانے والے بن جائیں اور آئندہ صدی ان تابعین سے برکت پائے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ سے برکت پائی ہو۔

اس ضمن میں مزید غور کرتے ہوئے بعض مشوروں کے دوران میری توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ جماعت کی ٹھوس تربیت کی طرف جتنی توجہ ہونی چاہئے وہ ابھی تک کما حقہ نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں جب میں نے مزید غور کیا تو اس رنگ میں اس بات کو پیش کیا ہی نہیں جاسکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کبھی بھی دنیا میں تربیت کا حق ادا ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے اس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اس لئے ہر مقام پر جب ہم ترقی کی راہوں میں سفر کرتے ہوئے پہنچیں گے تو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے آئندہ بھی ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ کوئی مقام بھی ہماری آخری منزل نہیں ہے اور گزشتہ سفر کے نتیجے میں جو سبق ہم نے سیکھے ہیں ان سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے ماضی سے روشنی لیتے ہوئے مستقبل کے لئے ہمیں روشنی تلاش کرنی چاہئے اور مستقبل کے لئے زیادہ بہتر لائحہ عمل طے کرنا چاہئے۔

اس لئے جب میں نے کہا کہ ہم تربیت کی طرف کما حقہ توجہ نہیں کر سکے تو میری مراد یہ نہیں تھی کہ نعوذ باللہ جماعت تربیت سے غافل رہی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ جب جس منزل پر بھی میں دیکھتا ہوں مجھے بہت سے خلا دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی ذات میں بھی اور اپنے ماحول میں بھی اور میرا یقین اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی کامل نہیں ہے اور خدا کی طرف حرکت کرنا ہی کمال ہے اس لئے جماعت کو خدا کی طرف متحرک رکھنے کے لئے اور ہمیشہ جماعت کا قدم آگے بڑھانے کے لئے موثر پروگرام اور نہایت عمدہ پُر حکمت منصوبے بناتے رہنا چاہئے اور اس ضمن میں ہر درجے کو ملحوظ

رکھنا چاہئے۔

جہاں تک عمومی اخلاقی تعلیم کا تعلق ہے گزشتہ چند سالوں سے میں اپنے خطبات میں اس بات پر زور دیتا رہا ہوں لیکن مجھے اپنے ماضی کے تجارب پر غور کرتے ہوئے یہ بات یاد آئی کہ ابھی بنیادی ٹھوس تربیت میں بہت سی کمی موجود ہے اور اگر ہم اپنے دیہات کے احمدیوں اور چھوٹے بچوں اور نوجوانوں کو بھی سامنے رکھیں تو آپ یہ بات معلوم کر کے یقیناً دکھ محسوس کریں گے کہ ایک اچھے احمدی مسلمان کا جو معیار ہونا چاہئے علمی اور روزانہ کے دستور کا وہ اس بنیادی سطح پر آپ کو تسلی بخش صورت میں دکھائی نہیں دے گا۔

میں جب سفر کیا کرتا تھا وقف جدید کے سلسلے میں یا خدام الاحمدیہ کے یا بعد میں انصاراللہ کے سلسلے میں تو اکثر میرا رجحان اس طرف ہوا کرتا تھا کہ بجائے اس کے کہ تقریر کر کے اور جوش دلا کے واپس آجاؤں مجالس میں بیٹھ کر پوچھا کرتا تھا کہ آپ کلمہ سنائیں۔ سورۃ فاتحہ سنائیں اور نماز کا ترجمہ بتائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے حالات سے متعلق کوئی سوال کر دیا۔ اس دوران مجھ پر یہ ایک انکشاف ہوا کہ اس پہلو سے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور دیگر تنظیموں کو ابھی بہت محنت کرنا باقی ہے اور اسی دوران مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ صحیح تلفظ میں بہت نقائص پائے جاتے ہیں اور سورۃ فاتحہ جن کو آتی بھی ہے یا نماز کا باقی حصہ جن کو ازبر بھی ہے وہ بھی صحیح عمدہ تلفظ کے ساتھ اس کو ادا نہیں کر سکتے اور اسی طرح ان کو ترجمہ میں بھی یا تو دقتیں پیش آتی تھیں یا بعض لوگوں کو ترجمہ آتا ہی نہیں تھا۔

تو اصل تربیت تو نماز نے کرنی ہے۔ اگر ہم اپنی نمازوں کے لوازمات درست نہ کریں تو باوجود اس کے کہ ہم تعلق باللہ پر زور دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا لطف اٹھائیں نماز میں مگر وہ لطف اٹھانے کا جو طریق آنحضرت ﷺ نے سکھایا تھا اس سے غافل رہتے ہوئے ہم ہرگز اس لطف اٹھانے کے متعلق وہ توقعات نہیں رکھ سکتے جو ایک آنحضرت ﷺ کے مکتب میں پڑھے ہوئے تربیت یافتہ متعلم یا ایسے طالب علم کو حقیقی روحانی لذتیں حاصل ہو سکتی ہیں اور یہ ترقیات اس کو نصیب ہو سکتی ہیں۔ ان کے ساتھ ایک ایسا شخص مقابلہ نہیں کر سکتا جو ان باتوں کے ذاتی علم سے عاری ہو اور نماز جو وہ پڑھتا ہے اس کے مطالب سے ناواقف ہو اور محض محبت کے نام پر خدا تعالیٰ سے کچھ

باتیں کرتا ہو۔محبت دونوں صورتوں میں ضروری ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں۔ خواہ ایک بہت ہی بڑا عالم جو نماز کے ایک ایک لفظ کی تہہ تک بھی پہنچ سکتا ہو اور اس کے ہر قسم کے مطالب پر اس کو عبور ہو اگر نماز پڑھے اور خدا کی محبت سے عاری ہو تو اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا لیکن یہ کہنا کہ صرف محبت کافی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے سکھائے ہوئے طریق سے الگ رہ کر وہ محبت کافی ہو سکتی ہے یہ درست نہیں۔ کیونکہ محبت بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہی سے ہم نے سیکھنی ہے اور نماز میں جو آپ نے قرآن کریم کی آیات چنی یا مثلاً سورۃ فاتحہ یا اور قرآن کریم کے مضامین اور مطالب سے دعائیں لے کر نماز میں داخل فرمائیں یا جو تسبیح تحمید ہمیں نماز میں پڑھنے کی ہدایت فرمائی یہ سارے امور محبت الٰہی پر مبنی تھے اور محبت الٰہی کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کرنے والے تھے۔

اس لئے محبت اگر ایک شخص کی انفرادی ہو اور وہ صاحب عرفان نہ ہو تو وہ محبت اس کو بہت زیادہ بلند مقام تک نہیں پہنچا سکتی۔ محبت کی بھی تو بے شمار منازل ہیں۔ محبت بھی تو ایک لامتناہی چیز ہے۔ کیسے محبت کرنی ہے یہ مضمون ہے جس کو اگر آپ پیش نظر رکھیں تو قرآن کریم سے صاف پتا چلتا ہے کہ ویسے محبت کرنی ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے کی تھی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲)

اے محبت کے دعویدارو! اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میری طرح کرو جس طرح میں کرتا ہوں تب خدا تم سے محبت کرے گا۔ یعنی محبت کا جو آخری پھل ہے وہ تمہیں مل جائے گا۔ خالی ایک طرف کی محبت کے کیا معنی ہیں۔ اگر جس سے محبت ہے وہ منہ موڑے رکھے اور اس کا وصل نصیب نہ ہو تو یک طرفہ محبت تو صحرا میں آوازیں دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی آیت اتنی کامل ایسی حسین ہے کہ بارہا میں نے اس کا ذکر کیا ہے مگر میں تھکتا نہیں۔ کیسا عمدہ کلام ہے فرمایا اے خدا کی محبت کے دعویدارو! اگر تم محبت کرنا چاہتے ہوئے تو اے محمدؐ! ان سے کہہ دے کہ میری طرح کرو اور اس کا کیا نتیجہ ہوگا خدا تم سے محبت کرے گا۔ کتنا عظیم الشان پھل ہے لیکن اگر آنحضرت ﷺ کی طرح محبت نہیں کریں گے تو کچھ نہ کچھ تو خدا کا پیار مل سکتا ہے لیکن اس آیت کا کوئی مومن مصداق نہیں بن سکتا۔

اس لئے نمازوں کے اوپر مزید گہری توجہ کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں جیسا کہ میں نے

بیان کیا ہے ہر احمدی بچے بڑے کو سو فیصدی نماز کا ترجمہ آنا چاہئے ،اس کے آداب آنے چاہئیں ،نماز کے سلسلے میں جو لوازمات ہیں وہ معلوم ہونے چاہئیں اور متعلقہ مسائل معلوم ہونے چاہئیں ۔اس سلسلے میں ہمارے پاس جو کمی ہے وہ اساتذہ کی ہے ۔وقف جدید کے معلمین بھی اسی خاطر دیہات میں پھیلائے گئے تھے کہ وہ جا کر اس تربیت کی کمی کو دور کریں گے لیکن ایک تو مشکل یہ ہے کہ خود وقف جدید کے جو معلمین تھے ان کا اپنا معیار اتنا بلند نہیں تھا اور دوسرا یہ کہ وہ بہت ہی تھوڑے ہیں جماعت کی تعداد کے مقابل پر۔ جماعت کی تعداد تو اب کثرت سے پھیلتی ہی چلی جارہی ہے اور وقف جدید کے معلمین تو پہلے بھی پورے نہیں آسکتے تھے ایک پاکستان میں ہی آپ دیکھ لیں ہزاروں جماعتوں میں ایک سو سے کم معلمین کس طرح اپنے فرائض ادا کر سکتے ہیں اور ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں اور دنیا کے اکثر حصوں میں وقف جدید ہے بھی نہیں ۔ایسے معلم کہاں سے آئیں گے ۔اس کا ایک حل میرے ذہن میں آیا جس کے متعلق میں نے اپنے مرکز سے آنے والے ناظم وغیرہ کو نصیحت کی ہے کہ کیسٹس سے ہم استفادہ کر سکتے ہیں اور اس کمی کو دور کر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں میں اب اس خطبہ کے ذریعے ساری دنیا کی جماعتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کیسٹس میں تربیتی پروگرام اور تعلیمی پروگرام اس طرح بھریں جیسے ایک بالکل چھوٹے بچے اور ان پڑھ کو کوئی چیز سکھائی جارہی ہے اور یہ نہ سوچیں کہ ایک کیسٹس میں آپ تیزی سے کوئی مضمون بھر دیں اور توقع رکھیں کے لوگ بار بار سنیں گے بلکہ تھوڑی بات پھیلا کر کریں اور بار بار کریں ۔ یہاں تک کی ایک کیسٹ اگر پوری جماعت کو نہیں سنبھال سکتی تو نہ سہی دو کیسٹس لگالیں تین لگالیں لیکن جو شخص بھی کیسٹس سننا شروع کرے ساتھ ساتھ اس کو بات یاد ہوتی چلی جائے ۔اس کا مضمون ذہن نشین اور دل نشین ہوتا چلا جائے ۔

اس مقصد سے تمام دنیا میں خصوصاً دیہاتی علاقوں میں ٹھوس تربیت کے پروگرام مرتب ہونے چاہئیں اور افریقہ میں ہر زبان میں جو افریقہ میں بولی جاتی ہے اسی طریق سے کیسٹس تیار کئے جائیں یعنی جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں اس کثرت سے اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے افریقہ میں احمدیت کی طرف رجحان ہوا ہے کہ خوشی اور تشکر کے جذبات کے ساتھ اسی قدر فکر کے جذبات نے بھی دل کو گھیر لیا ہے ان لوگوں کی تربیت ہم کیسے کریں گے ۔

تو میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہ نئے زمانے کی ایجادات اسلام کی خدمت کے لئے ہی دراصل انسان کو عطا ہوئی ہیں اس لئے ان سے پورا استفادہ کرنا چاہئے۔ گزشتہ چند سالوں سے ہم نے افریقہ میں ہر قسم کے جدید آلات جماعتوں کو مہیا کرنے شروع کئے ہوئے ہیں اور کیسٹس کے علاوہ ویڈیوز بھی اور آڈیو ویڈیو کے دوسرے جو بھی نئے ذرائع انسان کو عطا ہوئے ہیں ان سے جماعت کو بھی مستفید کرنے کے لئے پروگرام بھی ہیں اور ساتھ ساتھ جس حد تک توفیق مل رہی ہے وہ آلات مہیا بھی کئے جارہے ہیں۔

تو جہاں تک آڈیو ویڈیو کا تعلق ہے، ویڈیو کے ذریعے پیغام دکھانے کا افریقہ اور بعض دوسرے غریب ممالک میں وہ شاذ کے طور پر استعمال تو ہو سکتے ہیں۔ چند مجالس میں تو استعمال ہو سکتے ہیں روزمرہ کی زندگی میں وہ کارآمد نہیں ہو سکتے۔ روزمرہ کی زندگی کے لئے آڈیو کیسٹس وہ جن کا صرف سننے سے تعلق ہے تصویریں ساتھ نہیں ہوتیں بالکل ہلکے چھوٹے چھوٹے کیسٹس ریکارڈر نکل آئے ہیں جو ایک فیملی کی ضرورت کو تو بہت عمدگی سے پورا کر سکتے ہیں لیکن بعض غریب ممالک ایسے ہیں جہاں یہ بھی پوری طرح موجود نہیں اور بڑے بڑے علاقے ہیں جہاں بہت کم آڈیو کیسٹس لوگوں کے پاس موجود ہیں۔

اس لئے جہاں تک ان غریب ممالک کا تعلق ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس نئی تحریک کے نتیجے میں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی تھی افریقہ اور ہندوستان کے غریب علاقوں کے لئے ہم کیسٹس پر بھی خرچ کریں گے اور تربیت کے لئے جو بھی ضرورتیں ہیں وہ انشاء اللہ پوری کریں گے لیکن آڈیو کی ضرورت اس لئے زیادہ ہے کہ اکثریت ان علاقوں کی پڑھنا بھی نہیں جانتی اور معلمین بھجوا کر ان کی تربیت کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے جماعتی نظام کے تابع ہر احمدی جماعت کے لئے بالآخر ایک ایسا کیسٹس ریکارڈر مہیا ہو جانا چاہئے جو مضبوط ہو۔ دیہاتی علاقوں میں چونکہ اس کا استعمال بعض دفعہ نازک نہیں ہوتا بلکہ سختی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ استعمال میں ملائمت نہیں ہوتی بلکہ سختی پائی جاتی ہے۔ اس لئے نازک مشینیں ٹوٹ جاتی ہیں اور بڑی جلدی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے تحریک جدید کے اس شعبہ کو جس نے یہ کام کرنا ہے یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دیہات کی مناسبت سے وہ آلات چنیں جائیں اور ٹھوس آلات ہوں، بڑی آواز والے ہوں تا کہ دیہاتی تربیت کے لئے ایک مسجد میں بچوں کو اور بڑوں کو اکٹھا کر کے ان کی تربیت کے پروگرام بنائے جائیں اور ان سے وہ سب مستفید

ہوں۔ اگر بیک وقت سارے علاقوں میں ہر گاؤں میں ایسی چیزیں مہیا نہ ہو سکتی ہوں جو آہستہ آہستہ ہو جائیں گی انشاء اللہ پھر علاقوں کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کر لیا جائے اور ایک حلقے میں دو تین چار پانچ گاؤں رکھے جا سکتے ہیں اور اس میں ایسا پروگرام رکھا جا سکتا ہے کہ باری باری یہی مشین اپنی کیسٹس کے ساتھ گھومنا شروع کرے۔ جب ایک پروگرام پہلے دے دیا اور پھر اگلے پروگرام کو شروع کرنے سے پہلے وہی پہلا پروگرام دوسرے راؤنڈ میں شروع کرا دیا۔ چکر لگا کے واپس پہنچے تو پہلا پروگرام پھر سنایا اور اس کی یاد دہانی کے طور پر اسے پھر دوبارہ سنایا اور اگلے پروگرام کا پہلا سبق دے دیا۔

اس ضمن میں ایک بہت اہم بات بتانے والی یہ ہے کہ اتنا Ambitious پروگرام، اتنا وسیع ولولے والا پروگرام پہلے نہ بنا لیں کہ وہ ہضم نہ ہو سکے لوگوں کو۔ چھوٹے پروگرام پہلے بنائیں اور ان کو عام کر دیں۔ اس کے بعد آرام سے بیٹھ کر پھر دوسرا پروگرام سوچیں اور پھر اس کو کیسٹس میں بھر کر پھر مہیا کرنا شروع کریں۔ ایک نماز سے شروع کریں تو پھر نماز کے بعد اگلے قدم بھی اٹھائیں۔ نماز کے علاوہ روزمرہ کے مسائل جو ایک مسلمان کو معلوم ہونے چاہئیں ان پر تربیتی پروگرام ریکارڈ کئے جائیں۔ پھر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی زندگی کے حالات، آپ کے صحابہ کے حالات پر سادہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہر عشق کا دعویٰ کرنے والے کو ضرور معلوم ہونی چاہئیں وہ بیان کی جائیں اور اس طرح یہ جو سال کا بقیہ حصہ ہے اس میں کم سے کم اتنے پروگرام ہمارے تیار ہو جائیں کہ ہم پھر اطمینان سے کہہ سکیں کہ اگلی صدی میں ہم ایک تربیت کا نہایت عمدہ اور قابل عمل پروگرام لے کر داخل ہوئے ہیں۔ امید ہے اس سلسلے میں جماعتیں جا کر اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوں گی۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے پاکستان کی جماعتیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خود اپنے بوجھ اٹھانے کے قابل ہیں اس لئے میں نے پاکستان کا نام نہیں لیا تھا اس تحریک میں۔ ایک ہمارے معزز بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے توجہ دلائی کہ آپ نے افریقہ اور ہندوستان کے نام تو لے لئے لیکن پاکستان کا نام بھول گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ان کی توجہ دلانے سے خیال آیا۔ ہو سکتا ہے اور دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو۔ نعوذ باللہ کسی ناراضگی کے نتیجے میں نہیں بلکہ خوش اعتقادی کے نتیجے میں یہ بات ہوئی ہے مجھے پورا یقین ہے پورا اعتماد ہے کہ پاکستان کی جماعتیں اللہ کے فضل سے خود کفیل ہیں نہ صرف خود کفیل ہیں بلکہ جب تک حکومت کے قوانین اجازت دیتے تھے وہ دنیا کی جماعتوں کے

بوجھ بھی اٹھائے ہوئے تھی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے بوجھ خود نہ اٹھا سکیں۔ تو جہاں تک پاکستان کی جماعتوں کا تعلق ہے وہ اللہ کے فضل کے ساتھ اپنی ساری ضرورتیں خود پوری کرتی رہیں گی اور ان ضرورتوں کو وہ خاص طور پر پیش نظر رکھیں گی۔

قرآن کریم کے متعلق ایک دفعہ پھر میں بتاؤں کہ نماز اس طرح سکھانی شروع کرنی ہے کہ پہلے نماز کے کچھ لوازمات بتائے جائیں اور نماز کا مختصر تعارف کروایا جائے۔ پھر اس کے بعد کہا جائے کہ اب تیار ہو نماز یاد کرنے کے لئے اور پھر نماز کی ایک ایک سطر یا ایک ایک آیت جو بھی صورت ہو وہ آہستگی سے پڑھ کر سنائی جائے۔ جو غلطیاں عموماً ان علاقوں میں تلفظ کی پائی جاتی ہیں ان کی طرف ساتھ ہی توجہ بھی دلائی جائے اور متنبہ کیا جائے کہ بعض لوگ ''و'' کو ''ب'' پر جاتے ہیں اور ''ب'' کو ''و'' بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح ''ش''، ''س'' میں فرق نہیں کر سکتے اور بھی بہت سے علاقائی تلفظ کے رجحانات ہیں جو روزمرہ قرآن کریم کی تلاوت میں دقتیں پیدا کر دیتے ہیں۔ تو جس علاقے میں جو تلفظ کی غلطیاں پائی جائیں بتایا جائے کہ ہم نے یہ پڑھایا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وسم اللہ نہیں ہے یا بشم اللہ نہیں ہے۔ آپ غور سے سنیں اس کو اس طرح ادا کرنا ہے اور جہاں ٹھہرنا ہے وہاں ٹھہر کے بتایا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے۔ جہاں نہیں ٹھہرنا وہاں یہ بتایا جائے کہ یہاں نہیں ٹھہرنا اور رفتہ رفتہ آہستگی کے ساتھ خوب اچھی طرح تلفظ سمجھاتے ہوئے ایک دفعہ نماز کے ایک حصے سے گزار دیا جائے پھر کہا جائے کہ اب ہم آہستہ آہستہ اس کی رفتار کو کچھ تیز کریں گے آپ ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی رفتار تیز کر کے ان کو بتایا جائے۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا جائے کہ اب ہم اچھی تلاوت کی آواز کے ساتھ اسی چیز کو دوبارہ پڑھ کے سناتے ہیں۔ آپ میں اگر کوئی ترنم کا جذبہ ہے، ترنم کا شوق ہے تو آپ اس آواز کی نقل کی کوشش کریں یا اسی طرز پر پھر اپنی آواز میں جو آپ کو پسند ہے وہ ترنم کے ساتھ نماز کی تلاوت کر کے دیکھیں کم سے کم قرآن کریم کے حصے کی۔ بلکہ اسی کی ہونی چاہئے باقی کی تو ترنم کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ سکھایا جائے۔

پھر اس کے بعد نماز کے ترجمے کی طرف متوجہ ہوں۔ آہستہ آہستہ اسی طریق پر ترجمہ سکھائیں، آخر تک پہنچیں، کچھ حکمتیں بیان کریں اور یہ جو کورس ہے یہ کم سے کم دس پندرہ دن تک جاری رہنا چاہئے۔ یہ ایسا کورس نہیں ہے جو ایک دن میں ختم ہو سکے یا چند دنوں میں بھی ختم ہو سکے۔ میرا اندازہ

ہے کہ اگر اس طریق پر اچھی طرح سمجھا کر پیار کے ساتھ کیسٹس تیار کی جائیں اور روزانہ آدھ گھنٹہ کوئی شخص متوجہ ہو یا وقت دے سکے تو غالباً پندرہ دن کے اندر ہم یہ پہلی منزل طے کر سکتے ہیں۔

پھر دوسرے حصے میں قرآن کریم کی بعض چھوٹی سورتیں اختیار کر کے ان کو اسی طریق پر آہستگی سے سمجھا سمجھا کر صحیح تلفظ کے ساتھ یاد کروائی جائیں وہ سورتیں اور پھر ان کا ترجمہ پڑھا جائے۔ ترنم کے ساتھ کسی اچھے قاری سے اس کی تلاوت کروائی جائے اور سمجھایا جائے کہ جب بھی آپ کوئی آیت پڑھتے ہیں تو ہمیشہ مضمون پر نگاہ رکھا کریں کیونکہ ایسے قاری جو مضمون کو بھلا کر قراءت کرتے ہیں ان کی قراءت عموماً مصنوعی سی ایک مشینی آواز کی طرح محسوس ہوتی ہے لیکن جو آیات کے مضمون میں دل ڈالتے ہیں ان کی تلاوت دل سے نکلتی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ دل آیات کے مضمون میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور اس سے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف یہ کہ ان کو نئے نئے مطالب نصیب ہوتے رہتے ہیں بلکہ سننے والے بھی اس لذت کو محسوس کرتے ہیں جو دل کی تلاوت میں پائی جاتی ہے دوسری تلاوت میں آ نہیں سکتی۔

تو اس مضمون پر بھی روشنی ڈالتے ہوئے احباب جماعت کی، بچوں کی، بڑوں کی تربیت کرنی چاہئے لیکن یہ خیال نہ کریں کہ آپ کے بڑوں کو سب کچھ آتا ہے اس لئے بچوں کی کلاسیں لگائیں گے۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ ہماری بعض بڑی نسلیں بھی ان چیزوں سے ناواقف ہیں اور جب ہم بچوں کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بڑے خالی رہ جاتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ بڑوں کی طرف توجہ کرتے ہیں تو مسجد میں چونکہ اکثر مرد آتے ہیں عورتیں محروم رہ جاتی ہیں اس لئے یہ پروگرام ایسے ہونے چاہئیں جس میں جماعت کا کوئی طبقہ بھی محروم نہیں رہنا چاہئے اور عورتوں کو خصوصیت سے یہ باتیں یاد کرانی اس لئے ضروری ہیں کہ اگر ان کو یاد ہو جائیں تو پھر اگلی نسلوں کی تربیت وہ خود سنبھال سکتی ہیں۔ بچیوں کو اگر یہ چیزیں یاد ہو جائیں تو آئندہ کی نسل کی حفاظت ہو جائے گی۔

تو یہ پروگرام صبر آزما ہے، محنت طلب ہے، وقت چاہتا ہے لیکن اتنا ضروری ہے کہ اس کو ہر پروگرام پر اب اولیت دینی چاہئے۔ تمام دنیا میں، دنیا کی تمام ایسی زبانوں میں جہاں احمدی موجود ہیں۔ اس قسم کی تربیت کی کیسٹس تیار ہوں، مقامی لوگوں کی اچھی آواز میں کوئی تلاوتیں سنائی جائیں اور قرآن کریم کی چیدہ چیدہ آیات اور بعض چھوٹی سورتیں حفظ کروائی جائیں اور پھر ان کے مطالب

ساتھ بیان کئے جائیں۔ یہ پروگرام جب آگے بڑھے اور یہ حصہ آپ طے کر چکیں پھر اس طرف متوجہ ہوں یا بعض صورتوں میں بیک وقت بھی ایک اور پروگرام ساتھ چلایا جا سکتا ہے جلسے میں اور کیسٹس میں بھر کر دیہات میں پہنچائے جائیں۔

یہ تجربہ میں نے وقف جدید میں کیا تھا اور اگر چہ تھوڑے پیمانے پر ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں ہوا اس سے بہت ہی شاندار اور حوصلہ افزا نتائج نکلے۔ جلسے سے مراد میری یہ ہے کہ ہم عموماً جب معلمین کو، انسپکٹران کو یا دیگر جماعتی نمائندوں کو دوروں پر بھجواتے ہیں تو یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اعلیٰ معیاری جلسہ وہاں منعقد کرا سکیں گے اور جماعت پوری طرح اس سے استفادہ کر سکے گی۔ حالانکہ بہت سے ایسے آپ کے سلسلے کے کارکن ہیں یا خدام اور انصار کے نمائندہ ہیں جن کی اپنی تلاوت اچھی نہیں ہے یا تلاوت صحیح کر سکتے ہیں تو آواز بھونڈی ہے۔ بے اختیاری ہے بیچاروں کی اس میں اختیار ہی کسی کا کوئی نہیں۔ جو آپ نے سنے ہوں گے قصے کہ وہ آواز اچھی کرنے والی گولیاں ملتی ہیں بازاروں میں یہ سب جھوٹ اور قصے ہیں محض۔ آواز اللہ کی طرف انعام ہے، اس کی طرف سے ایک تحفہ۔ جس بیچارے کو نصیب نہ ہو مجبور ہے۔ بعض تو میں نے دیکھا تلاوت ایسی خوفناک کرتے ہیں کہ لوگ بھاگتے ہیں اس سے۔

وہ آپ نے سنا ہوگا قصہ ایک جگہ کہتے ہیں ایک بہت ہی خوش الحان اذان دینے والا اذان دیا کرتا تھا ہندو آبادی تھی اور اس کا ایسا اثر تھا اس کی آواز کا ایسا جادو تھا کہ جن ہندو گھروں تک وہ آواز پہنچتی تھی وہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگ گئے۔ ایک ہندو ساہوکار کی بیٹی یہ روزانہ سنتی تھی اور اس کی دن بدن حالت بدلتی چلی گئی اور اسلام کی محبت اس کے دل میں بھر گئی۔ تب اس کے باپ کو خیال آیا کہ اس کا کچھ کرنا چاہئے یہ نصیحتوں سے تو مانے گی نہیں۔ اس نے اس مؤذن کو بہت سے پیسے دئے کہ میاں تم یہ گاؤں چھوڑ جاؤ اور ایک نہایت ہی بدآواز والے شخص کو پیسے دئے کہ تم یہاں مؤذن بن جاؤ اور چند دن میں ہی دیکھتے دیکھتے اس کا سارا اثر زائل ہو گیا۔ یہ لطیفہ کے طور پر سنا ہوا ہے قصے کے طور پر لیکن محض قصہ نہیں ہے ان باتوں میں بڑی گہرائی ہے۔ اس لئے ایسے مربیان یا ایسے معلمین یا الگ دوسرے نمائندگان جو مختلف جماعتوں میں جاتے ہیں ہرگز ضروری نہیں ہے کہ ان کی تلاوت اچھی ہو، ان کی آواز اچھی ہو اور وہ اثر پیدا کر سکیں پھر ان کی تقریر کے انداز بھی الگ الگ ہوں گے اور

ایک سلسلے کے عالم کی تقریر کا مقابلہ تو وہ نہیں کر سکتے اور پھر علماء علماء میں بھی فرق ہے۔اس لئے ان باتوں کو سوچتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ پورا جلسہ ریکارڈ کراؤں۔

چنانچہ اس زمانے میں نیا نیا کیسٹ ریکارڈر ایجاد ہوا تھا اس میں میں نے ایک جلسہ بنایا۔ ایک بہت اچھی تلاوت میں کسی سے نظم پڑھائی پھر ایک مضمون پر خاص موضوع چن کے اس میں تقریر بھروائی اور خیال تھا کہ جب یہ مقبول ہوا اور اس کے اچھے اثرات ہوئے تو پھر مختلف موضوعات پر جلسے بنا دئے جائیں گے۔A جلسہ، B جلسہ، C جلسہ۔کبھی ایک جلسہ ہو جائے اور پھر اگلی دفعہ دوسرا جلسہ اس گاؤں میں ہو جائے اور اگر ترتیب کے ساتھ ہم سارے دیہات کو تقسیم کر لیں نمبروں کے لحاظ سے تو ہر نیا نمائندہ اپنے ساتھ ایک گاؤں میں ایک نیا پروگرام لے کر پہنچ سکتا ہے اور بہت سے ایسے مضامین جوان دیہاتوں تک نہیں پہنچتے اور جلسے میں بھی سب کو کہاں توفیق ملتی ہے بہت معمولی حصہ ہے جو جلسوں تک پہنچ سکتا ہے۔دور دور کی جماعتوں کے لوگ تو بہت بھاری تعداد میں محروم رہ جاتے ہیں پھر جلسے پر آنے والے بھی ہر وقت جلسہ نہیں سنتے۔مصروفیات ہیں کئی قسم کی، پھر وہ جب سن رہے ہوتے ہیں تو توجہات ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔پھر جلسے کی تقریروں کے انتخاب میں مقاصد اور ہوتے ہیں بعض دفعہ اور ٹھوس بنیادی تربیت مسلسل جلسے کی تقریر کا مقصد نہیں ہوتی۔

تو اس پہلو سے اگر اچھے مضامین کا انتخاب کیا جائے اچھی نظمیں پڑھنے والے کی نظمیں اس میں ریکارڈ کی جائیں اور ایک جلسہ بنا لیا اس کو پہلے پھیلا دیا پھر اس سلسلے میں ایک اور جلسہ بنا لیا اور یہ جلسے ہر علاقے کی ضرورتوں کے مطابق مختلف ہوں گے ایک پروگرام ہر جگہ نافذ نہیں ہو سکتا لیکن ایک طرز ضرور نافذ ہو سکتی ہے۔تو امید ہے کہ اس پہلو سے بھی جماعتیں متوجہ ہوں گی اور گاؤں گاؤں میں بستی بستی میں ایسے تربیتی اجلاس شروع ہو جائیں گے۔

جہاں تک تبلیغی اجلاسوں کا تعلق ہے پاکستان جیسے ملک میں یا بعض اور ممالک میں ان پر تو پابندی ہو بھی سکتی ہے کسی حد تک اور دخل اندازی کی جاتی ہے تو تربیت کے پہلو سے بھی کریں گے وہ لیکن الا ماشاء اللہ اکثر دیہات میں اس کی سہولت ہوگی اور میں نہیں سمجھتا کہ اس پروگرام کو نافذ کرنے میں پاکستان جیسے ملک میں بھی کسی قسم کی دقت ہو اور اگر ہو تو جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے قربانی کے میدانوں میں بڑی ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہی ہے اور ہر قسم کے دباؤ کو بڑی مومنانہ

جرأت اور بہادری سے رد کر رہی ہے اور مقابلوں کے لئے دن بدن اور زیادہ آمادہ ہوتی چلی جارہی ہے۔اس لئے یہ پروگرام اپنی ذات میں اتنے مفید اور اتنے گہرے اور ضروری ہیں کہ اگر ان کے نتیجے میں جیسے کہ پہلے جماعت کو قربانی دینی پڑی ہے کہیں کچھ قربانی دینی پڑے تو میں نہیں سمجھتا کہ پاکستان کی جماعت اس معاملے میں کسی قسم کا تردد کا اظہار کرے۔

جہاں تک باقی دنیا کا تعلق ہے جو آزاد دنیا ہے جہاں انسانی قدروں کی حفاظت کی جاتی ہے جہاں انسانی قدروں کی قدر کی جاتی ہے یہ ساری دنیا وسیع پڑی ہے آپ کے سامنے اور احمدیت کے صداقت کے تحت اقدام ہے۔ احمدیت کی صداقت کے قدموں کے نیچے ہے۔ تو یہاں تو کسی قسم کی روک کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کھلے دل کے ساتھ خدا پر توکل کرتے ہوئے حکمت کے ساتھ دعاؤں کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے رہیں اور ٹھوس تربیت کا یہ بقیہ سال منادیں اور بقیہ سال نہیں بلکہ اس ساری صدی کو ٹھوس تربیت کی صدی بنانا ہے اور یہ جو آپ کام کریں گے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس کے بہت ہی نیک اثرات اور ٹھوس اثرات مدتوں تک نسلاً بعد نسلٍ ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاتے رہیں گے۔

اور اس کے سوا اب ہمارے لئے اور چارہ بھی کوئی نہیں۔ کثرت سے غیر معمولی طور پر بڑی تعداد میں قومیں داخل ہو رہی ہیں اور اس سال جو آپ نے نظارہ دیکھا ہے یہ ایک ابتدائی نشان ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ ایک نمونہ ہے چھوٹا سا۔ آئندہ ایک ایک سال میں لکھو کھہا آدمیوں کو قبول کرنے کے لئے آپ نے تیار ہونا ہے۔ جو نئی نسل کے واقفین ہیں ان کو بڑے ہونے میں وقت لگے گا وہ جب انشاء اللہ بڑے ہوں گے تو اپنی ذمہ داریوں کو ضرور سنبھالیں گے لیکن ان کے آنے سے پہلے پہلے جو درمیان میں ایک خلا ہے اس کو ساری جماعت نے مل کر پر کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آئندہ صدی کی تمام ذمہ داریوں کو اس شان کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ خدا کی پیار کی نگاہیں ہم پر پڑیں خواہ دنیا ہم سے راضی ہو یا نہ ہو۔ آمین۔